ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
editor@zauq-e-tahqeeq.com
ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.6,Issue No.4 (2024)
(October to December)

شموئل احمد: دلت طبقے کے نمائندہ ناول نگار

Shamoil Ahmad as a Representative Novelist of the Dalit Community

عبدالعزیز
پی ایچ۔ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
ڈاکٹر محمد اشرف کمال
پروفیسر، شعبہ اُردو، الحمد اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

Abdul Aziz
Ph.D. Scholar, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad
Dr. Muhammad Ashraf Kamal
Professor, Department of Urdu, Alhamd Islamic University, Islamabad

Abstract:
This research article examines the role of Shamoil Ahmad as a representative novelist of the Dalit community in Urdu literature. Through his powerful novel Chamrasur, Shamoil Ahmad brings to light the harsh realities of caste oppression, social exclusion, and the struggle for Dalit identity. His narrative blends social realism with literary resistance, portraying Dalits not merely as victims but as agents of change. Despite not being a Dalit himself, Shamoil Ahmad gives voice to the silenced, making his work a significant contribution to Urdu Dalit fiction. This is the voice of protest from a class that has, for centuries, been subjected not only to caste-based discrimination, untouchability, and social prejudice, but also deprived of access to education, places of worship, and social equality. Dalit literature is the aesthetic expression of emotions and experiences forged in the furnace of such oppression. It has emerged in the form of short stories, novels, poetry, drama, autobiographies, travelogues, and essays. This literature reflects the intensity of pain, the voice of resistance, the light of awakening, and the search for identity. In Dalit literature, the theme is not just victimhood—it is also a continuous struggle to assert, to be heard, and to be recognized.

Keywords: Shamoil Ahmad, Urdu literature, Dalit identity, discrimination, untouchability, autobiographies, travelogues, victimhood

ادب زندگی کا مظہر ہے اور ناول اس مظہر کی سب سے توانا اور ہمہ گیر صورت۔ انسانی زندگی کے خارجی اور داخلی نشیب و فراز، سماجی و سیاسی الٹ پھیر، تہذیبی تصادم، معاشی و اخلاقی انتشار یہ سب کچھ ناول کے کینوس پر پوری شدت سے منعکس ہوتا ہے۔ ناول محض ایک داستانِ حیات نہیں، بلکہ اپنے عہد کی ذہنی و فکری ساخت کا دستاویزی ریکارڈ بھی ہے۔ ہر انسان اپنے جغرافیائی، تہذیبی اور طبقاتی پس منظر سے وابستہ ہوتا ہے۔ لہٰذا، حادثات، سانحات، خواب، شکستیں، فتوحات، رشتوں کی پیچیدگیاں اور وقت کی بے رحم گردش یہ سب مل کر اس کی شخصیت کو تعمیر کرتے ہیں۔ یہی عناصر جب ایک تخلیقی ذہن میں جذب ہو کر اظہار پاتے ہیں تو وہ ناول کی

صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اردو ناول کی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو ہمیں ابتدائی اصلاحی، اخلاقی اور تہذیبی ناولوں سے لے کر جدید علامتی، نفسیاتی، مارکسی اور وجودی رجحانات کے حامل ناول تک ایک مسلسل ارتقائی سفر دکھائی دیتا ہے۔ اردو ناول نگاروں نے جہاں طبقاتی استحصال، جاگیر دارانہ نظام، مذہبی شدت پسندی اور عورت کی محکوم حیثیت جیسے موضوعات پر خامہ فرسائی کی، وہیں فرد کی تنہائی، وجودی کرب، سماجی انحطاط اور اقدار کی شکست وریخت کو بھی موضوع بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اردو ناول کا دامن آج موضوعات، اسالیب اور اسلوبیاتی تجربات کے اعتبار سے نہایت وسیع ہو چکا ہے۔ دیہی و شہری زندگی، مرد و زن کے مابین رشتے، طاقت و مزاحمت کے بیانیے، جبر اور احتجاج، سب کچھ اس میں شامل ہے۔ اردو ناول نہ صرف سماج کا آئینہ ہے بلکہ ایک فکری مزاحمت بھی ہے، جو قاری کو محض کہانی کے لطف سے آگے لے جا کر سوچنے پر مجبور کرتا ہے۔

دلِت ایک سنسکرت لفظ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: "توڑ دینا"، "روند ڈالنا"، "کچل دینا"، یا "دبانا"۔ یہ لفظ بنیادی طور پر ہندوستان کے ذات پات کے نظام میں اُن انسانوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جو روایتی طور پر سماج کے نچلے درجے میں شمار کیے جاتے ہیں اور جنھیں صدیوں سے چھوت چھات، سماجی ناانصافی اور ظلم واستحصال کا سامنا رہا ہے۔ یہ محض ایک لسانی اظہار نہیں، بلکہ جنوبی ایشیائی سماج میں صدیوں سے مظلوم اور حاشیہ بردار طبقے کی اجتماعی شناخت کا استعارہ بن چکا ہے۔ دلت محض ایک سماجی شناخت یا اصلاحی نعرہ نہیں، بلکہ ایک ایسا لفظ ہے جو صدیوں پر محیط جبر، استحصال اور محرومی کی کہانی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس لفظ کی لغوی پرتیں اس کے تاریخی اور سماجی تناظر کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔ ریختہ آن لائن لغت میں لفظ "دلِت" کے یہ معنی درج ہیں:

"جس کو دلا گیا ہو، دلا ہوا، روندا ہوا، کچلا ہوا، کچلا، مسلا ہوا
ٹکڑے ٹکڑے کیا ہوا، پارہ پارہ کیا ہوا، پھوڑا ہوا، پھوڑنا، پھٹ پڑنا
تباہ و برباد کیا ہوا
جو دبا کر رکھا گیا ہوا، معاشی تعلیمی میدان میں جو پچھڑا ہوا
ہو۔ پسماندہ، رذیل، حقیر، نیچ، پست
مفلس، غریب، مفلوک الحال" (۱)

یہ معانی صرف لغوی سطح تک محدود نہیں بلکہ دلت طبقے کے ساتھ برتی گئی سماجی، معاشی، تعلیمی اور نفسیاتی زیادتیوں کی بھرپور عکاسی بھی کرتے ہیں۔ ان معانی سے واضح ہوتا ہے کہ "دلت" ایک ایسا وجود ہے جسے معاشرتی ساخت نے دانستہ طور پر پیچھے رکھا گیا، اور ہر میدان میں اسے کچلنے، دبا دینے اور اس کی شناخت کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی۔ لفظ "دلِت" کی معنوی وسعت اور اس کے تہہ در تہہ مفہوم کو سمجھنے کے لیے لغت کے مستند ماخذ سے رجوع ضروری ہے۔ ادارہ قومی زبان پاکستان کی آن لائن "اردو لغت" میں اس لفظ کے درج ذیل معانی بیان کیے گئے ہیں:

"پھوڑنا، پھٹ پڑنا، پارہ بارہ، حقیر، نیچ، پست" (۲)

یہ الفاظ کسی فرد کی صرف جسمانی یا لغوی کیفیت کا احاطہ نہیں کرتے، بلکہ وہ اس کی ذہنی، نفسیاتی اور سماجی کچلے جانے کی حالت کی بھی عکاسی کرتے ہیں، جس کا سامنا دلت طبقے کو صدیوں سے ہے۔ "پارہ پارہ" ہونا محض ایک جسمانی ٹوٹ پھوٹ نہیں بلکہ ایک پوری شناخت کے منتشر ہو جانے کا استعارہ بن جاتا ہے۔ "حقیر، نیچ اور پست" جیسے الفاظ اُس نظریئے اور رویے کی نشاندہی کرتے ہیں جو دلت کو معاشرے میں دانستہ طور پر کمتر اور غیر اہم بنا کر پیش کرتا رہا ہے۔ یہ لغوی معنی دراصل اس گہرے اور صدیوں پر محیط سماجی تعصب،

ناانصافی اور ذات پات پر مبنی تفریق کا آئینہ ہیں جن کے خلاف دلت ادب نے ایک فکری اور مزاحمتی بیانیہ تشکیل دیا ہے۔ دلت ایک ایسا لفظ ہے جو نہ صرف لغوی طور پر زخم، شکستگی اور محرومی کی علامت ہے، بلکہ اس کے پس پشت ایک طویل سماجی تاریخ اور جبر کی تلخ داستان بھی پوشیدہ ہے۔ اردو اور ہندی لغات میں اس لفظ کے متعدد معانی موجود ہیں، تاہم اس کی گہرائی کو سمجھنے کے لیے ادبی محققین کی آراء سے رجوع ناگزیر ہے۔ ڈاکٹر نزہت پروین نے "دلت" کے مفہوم کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "دلت لفظ سنسکرت زبان کے دل دھاتو سے بنا ہے جس کے معنی ہیں توڑنا، حصے کرنا، کچلنا۔ ہندی لغات میں دلت کے معنی مسلا ہوا، روندا ہوا توڑا ہوا، ستایا ہوا، تباہ و برباد کیا ہوا۔"(۳)

دلت محض ایک ذات یا طبقہ نہیں بلکہ ایک مسلسل ظلم کے شکار انسان کی علامت ہے۔ اس لفظ میں جو "توڑنے" یا "کچلنے" کا تصور ہے، وہ صرف جسمانی جبر تک محدود نہیں بلکہ ذہنی، سماجی، ثقافتی اور معاشی سطح پر مکمل پسپائی اور بے بسی کی حالت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ "دلت" کی شناخت ایک احتجاجی شعور میں ڈھل گئی ہے، جو اب ادب میں اپنی جگہ بنا چکا ہے۔ **دلت وہ فرد یا طبقہ ہے جو** روایتی ہندو معاشرت میں 'شودر' یا 'اچھوت (Untouchable)' سمجھا جاتا تھا، اور جسے نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی، سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدانوں میں بھی محرومی کا سامنا رہا۔ دلت سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہندو سماج کی چار بنیادی ذاتوں برہمن، چھتری، ویش، شودر سے بھی نیچے سمجھے جاتے تھے، اور جنھیں مذہبی، سماجی، تعلیمی، ثقافتی، اور سیاسی اعتبار سے مکمل طور پر خارج اور محروم رکھا گیا۔ جنوبی ایشیا میں دلتوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کو محض جدید دور کا مسئلہ سمجھنا ایک تاریخی غلطی ہو گی۔ دلتوں کا استحصال، ذات پات کی تفریق، چھوا چھوت اور اونچ نیچ کا نظام ہزاروں سال پرانی تہذیبی ساخت کا نتیجہ ہے، جو وقت کے ساتھ ساتھ سماجی جبر کی شکل اختیار کرتا چلا گیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر اعظم انصاری اس استحصالی نظام کے تاریخی آغاز کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "اونچ نیچ، ذات پات، چھوا چھوت اور دلتوں کے استحصال کی بات کی جائے تو یہ مسئلہ آج کا نہیں بلکہ صدیوں پرانا ہے۔ اس کی شروعات ہندوستان میں آریوں کی آمد کے بعد ہی ہوتی ہے۔ ہندوستان میں آریوں کا داخلہ تقریباً ۱۵۵۰ ق م مانا جاتا ہے۔"(۴)

یہ اقتباس واضح طور پر بتاتا ہے کہ دلتوں کے ساتھ امتیازی سلوک کسی مخصوص عہد یا حکومت کا پیدا کردہ نہیں، بلکہ اس کی جڑیں اس وقت سے وابستہ ہیں جب ہندوستان میں آریہ قوم نے قدم رکھا اور سماج کو ذاتوں میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ اس تقسیم نے ہی ایک مخصوص طبقے کو صدیوں کے لیے محکوم، غیر مرئی اور "اچھوت" بنا دیا، اور یہی طبقہ بعد میں "دلت" کہلایا۔ اس استحصال نے دلتوں کو صرف معیشت، تعلیم اور مذہب تک محدود نہیں رکھا بلکہ ادب، سیاست اور معاشرت کے ہر پہلو میں ان کے لیے رکاوٹیں پیدا کیں۔

دلت طبقے کی شناخت صرف ایک سماجی حقیقت ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی، تہذیبی اور سیاسی ارتقاء کی نمائندہ بھی ہے۔ اس طبقے کو مختلف ادوار میں مختلف ناموں سے پکارا گیا، اور ہر نام کے پیچھے کوئی مخصوص نظریہ، تعصب یا شناخت چھپی ہوئی تھی۔ ابتدا میں ان طبقات کو ہندو ذات پات کے نظام سے باہر تصور کیا گیا اور انھیں "اچھوت" یا "نجس" جیسے توہین آمیز القاب دیے گئے، جن کے ذریعے انھیں نہ صرف معاشرتی طور پر الگ کیا گیا بلکہ مکمل طور پر سماجی نظام سے باہر دھکیل دیا گیا۔ اسی تاریخی سیاق و سباق کو بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر اعظم انصاری یوں رقم طراز ہیں:

"انگریزی حکومت نے ۱۹۱۰ء کی مردم شماری میں پہلی مرتبہ دلتوں کو ایک الگ سماج کے طور پر تسلیم کیا اور ہندوؤں سے الگ ان کی شناخت قائم کی گئی۔ دلتوں کے لیئے داس ، دسیو ،اسُر ،شودر،اتی ،چنڈال،اچھوت ، اسپرسیہ،ملیچھ ،آؤٹ کاسٹ Outcast،اکسٹریر کاسٹ Exterior Cast،ڈپریشڈ کاسٹ Depressed cast،ان ٹچیبل Untouchable،پنچم ،آدی۔ دراوڑ، آدی۔ کرناٹکہ ،آدی۔ آندھرا، آدی ۔ہندو،یہشکرت،ہریجن،درج فہرست ذات ،درج فہرست قبائل جیسے نام استعمال ہوئے ہیں۔ لیکن آج کل ادب اور سماج میں اس طبقے کے لیے لفظ دلت کا استعمال کیا جارہا ہے۔ جو بہت ہی مشہور و مقبول ہو گیا ہے۔ لفظ دلت کی شروعات اور اس کا استعمال تقریباً سو سال پہلے جیوتی باپھولے نے کیا۔"(۵)

یہ اقتباس دلت شناخت کے تاریخی سفر اور اس سے جڑے مختلف ادواری ناموں کا جامع خاکہ پیش کرتا ہے۔ لفظ "دلت" گو کہ نسبتاً جدید ہے، مگر اس میں صدیوں پر محیط محرومی، بغاوت، مزاحمت اور شناخت کی تلاش کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔ دیگر تمام اصطلاحات کی نسبت "دلت" ایک ایسا لفظ ہے جس نے غلامی، ذلت اور مظلومیت کے خلاف شعور اور خودی کا استعارہ اختیار کر لیا ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج اسے محض ایک سماجی شناخت نہیں بلکہ ایک تحریکی اور ادبی بیانیہ سمجھا جاتا ہے۔ دلت محض ایک لغوی لفظ نہیں بلکہ صدیوں کے سماجی جبر، ثقافتی امتیاز اور سیاسی محرومی کے خلاف ایک اجتماعی صدائے احتجاج ہے۔ یہ لفظ رفتہ رفتہ ایک مظلوم طبقے کی شعوری شناخت اور ان کے شعوری سفر کی علامت بن چکا ہے۔ اگرچہ اس لفظ کے ابتدائی استعمال کے حوالے سے آرا مختلف ہیں، تاہم اس کے انقلابی اور تحریکی مفہوم کو وسعت اس وقت ملی جب ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے اسے اپنی اصلاحی اور انقلابی فکر کا حصہ بنایا۔ پروفیسر فضل امام اس تبدیلی اور دلت شعور کے فروغ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"دلت لفظ کا استعمال تاراج، پامال کی معنوں میں استعمال ہوتا رہا ہے ۔یہ کہنا مشکل ہے کہ اس لفظ کا استعمال کب اور کس نے کیا لیکن ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر نے جب یہ نعرہ دیا کہ دنیا کے دلتو!

۱۔ تعلیم یافتہ بنو۔

۲۔ متحد ہو جاؤ۔

۳۔ جدوجہد کرو۔

اس کے بعد 'دلت 'لفظ کا چلن بڑے پیمانے پر ہونے لگا اور تحریر و تقریر میں سیاسی انداز فکر سے اس لفظ کے سلسلے میں بحث و مباحثہ کا آغاز ہوا۔"(۶)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ دلت کا مفہوم صرف "پامالی" یا "ذلت" تک محدود نہیں رہا، بلکہ امبیڈکر کی تعلیم و مزاحمت پر مبنی تحریک کے بعد یہ لفظ ایک تحریکی نعرے، فکری نظریے اور ادبی شناخت میں تبدیل ہو گیا۔ "تعلیم، اتحاد اور جدوجہد" کا نعرہ دلتوں کے لیے نئی سمت، نئی زبان اور نئی امید کی بنیاد بن گیا، جس نے اس لفظ کو ایک زندہ، بااختیار اور پر معنی علامت بنا دیا۔

دلت ادب محض ایک ادبی رجحان نہیں، بلکہ یہ ایک محروم اور مظلوم طبقے کی مزاحمت، خود آگہی اور شناخت کی بازیافت کا زندہ ادبی اظہار ہے۔ یہ اس طبقے کی صدائے احتجاج ہے جسے صدیوں سے نہ صرف ذات پات، چھوت چھات اور سماجی تعصب کا نشانہ بنایا گیا بلکہ تعلیم، عبادت گاہوں اور سماجی برابری محروم رکھا گیا۔ دلت ادب انھی ظلم کی بھٹیوں میں تپے ہوئے احساسات اور تجربات کا جمالیاتی اظہار ہے جو افسانے، ناول، شاعری، ڈرامے، خودنوشتوں، سفرناموں اور مضامین کی شکل میں منظرِ عام پر آیا۔ یہ ادب درد کی شدت، احتجاج کی آواز، بیداری کی روشنی اور شناخت کی تلاش کا آئینہ ہے۔ دلت ادب میں موضوع صرف مظلومیت نہیں بلکہ خود کو منوانے، سننے اور پہچانے جانے کی ایک مسلسل جدوجہد بھی ہے۔ دلت ادب میں جہاں ذاتی المیوں کی جھلکیاں ملتی ہیں، وہیں پوری ایک قوم کی اجتماعی یادداشت، محرومیوں کا ورثہ، اور سوال اٹھانے کی جرأت بھی نمایاں ہے۔ یہ ادب اردو کے ادبی منظرنامے کو نئی وسعت اور نیا بیانیہ عطا کرتا ہے، جو روایت سے بغاوت کرتے ہوئے نئے فکری دریچے کھولتا ہے۔

اُردو میں دلت ادب:

دلت ادب اردو ادب کا ایک نسبتاً نیا لیکن نہایت اہم اور متحرک ادبی رجحان ہے، جس نے ان طبقات کو زبان، شناخت اور مقام دیا ہے جنھیں صدیوں تک سماج نے نہ صرف دبایا بلکہ مکمل طور پر نظر انداز بھی کیا۔ دلت ادب صرف ایک تخلیقی اظہار نہیں بلکہ وہ ادبی مزاحمت ہے جو ذات پات کے نظام، سماجی جبر، معاشی ناانصافی اور تہذیبی تحقیر کے خلاف قلم کی صورت میں برآمد ہوئی۔ اس ادب میں تاریخ کے خاموش کردار بولنے لگتے ہیں، اور وہ کہانیاں سامنے آتی ہیں جنھیں ہمیشہ دبایا گیا۔ ہندوستانی معاشرت میں ذات پات کا نظام ایک گہری جڑیں رکھنے والا سماجی ڈھانچہ ہے، جو مذہبی تقدس کے لبادے میں صدیوں تک دلتوں کو "اچھوت" کہہ کر الگ کرتا رہا۔ یہی وہ فضا تھی جہاں سے دلت شعور نے جنم لیا اور ادب میں اپنی جگہ بنانے لگا۔ بیسویں صدی کے اواخر میں اس نے ایک ادبی تحریک کی صورت اختیار کر لی، جس کے تحت ایسے موضوعات کو مرکزیت ملی جو پہلے صرف حاشیوں پر رکھے جاتے تھے۔ دلت ادب کی اردو میں باضابطہ شناخت کے لیے کئی شعرا، ادبا اور فکشن نگاروں نے قلم اٹھایا۔ علامہ محمد اقبال، فراق گورکھپوری، جوش ملیح آبادی، ندا فاضلی، پریم چند، کرشن چندر، علی عباس حسینی، عصمت چغتائی، جوگندر پال، قاضی عبدالستار، سلام بن رزاق، مشرف عالم ذوقی، الیاس احمد گدی، عبدالصمد، ڈاکٹر غضنفر اور ڈاکٹر صادقہ نواب سحر جیسے اہل قلم نے اس میدان میں قابلِ ذکر کام کیا۔

اسی سلسلے میں شموئل احمد کا نام نہایت اہمیت کا حامل ہے جنھوں نے دلت زندگی کی تلخیوں، محرومیوں اور مزاحمت کو اپنے فن میں بصیرت اور جرات کے ساتھ پیش کیا۔ ان کا ناول "چرا سر" اردو فکشن میں دلت شعور کا ایک بے مثال نمائندہ متن ہے، جو نہ صرف ایک دلت کردار کینفسیاتی، سماجی اور تہذیبی جنگ کو بیان کرتا ہے بلکہ پورے نظامِ ظلم کو چیلنج کرتا ہے۔ اردو میں دلت ادب کے فروغ نے ادب کے دامن کو وسیع کیا اور اس میں نئی فکری پرتیں شامل کیں، جو صرف حاشیے پر موجود طبقات ہی نہیں، بلکہ پورے انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔

شموئل احمد مختصر تعارف:

شموئل احمد اردو فکشن کے اُن معتبر اور جرأت مند قلم کاروں میں شمار ہوتے ہیں جنھوں نے اپنی تحریروں کے ذریعے اقلیتوں، دلتوں، خواتین اور دیگر محروم طبقات کی زندگی کے تلخ حقائق کو بے نقاب کیا۔ وہ ۴ مئی ۱۹۴۳ء کو بھاگلپور (بہار) میں پیدا ہوئے اور ۲۵ دسمبر ۲۰۲۲ء کو نوئیڈا میں وفات پا گئے۔ ان کا تعلق افغانستان کے معروف پٹھان قبیلے "ترین" سے تھا اور ان کے والد جمیل احمد خان ایک مجسٹریٹ تھے، جن سے شموئل احمد نے فکری اور تہذیبی ورثہ پایا۔ انھوں نے اپنی ملازمت کا آغاز ۱۹۷۳ء میں محکمہ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، حکومتِ بہار میں کیا اور ۲۰۰۳ء میں چیف انجینئر کے عہدے سے سبکدوش ہو کر مکمل طور پر ادبی و سماجی سرگرمیوں میں منہمک ہو گئے۔ شموئل احمد کا ادبی سفر ۱۹۶۲ء میں شروع ہوا۔ انھوں نے افسانہ، ناول، تراجم، تنقید، تدوین، اور اسکرپٹ رائٹنگ میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کے افسانوی مجموعوں میں بگولے، سنگھار دان، القمبوس کی گردن، عنکبوت، نملوس کا گناہ اور کوچہ قاتل کی طرف شامل ہیں، جبکہ ناولوں میں ندی، مہاماری، گرداب، اے دل آوارہ اور چمراسُر خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

شموئل احمد نے اردو فکشن کو محض تفریح یا جمالیات کا وسیلہ نہیں سمجھا، بلکہ اسے فکری مزاحمت، سماجی شعور اور انسانی سچائی کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ ان کا ناول "چمراسُر" اردو دلت بیانیے کا نمائندہ ناول تسلیم کیا جاتا ہے، جس میں ذات پات، شناخت، اور جبر کے خلاف احتجاج کو علامتی اور حقیقت پسندانہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے۔

ان کے تخلیقی سرمایے کے ہندی، انگریزی، پنجابی اور بلوچی زبانوں میں تراجم کیے گئے، جبکہ ان کی کہانیوں پر مبنی ٹیلی فلمیں بھی تیار ہوئیں۔ اُنھیں مجلس فروغ اردو ادب، قطر سمیت کئی اداروں کی جانب سے ایوارڈز اور اعزازات سے نوازا گیا۔ ان کی زندگی اور فن پر کئی تحقیقی و تنقیدی کتابیں شائع ہو چکی ہیں، جن میں کشفِ شموئل اور شموئل احمد کی تخلیقیت نمایاں ہیں۔ شموئل احمد نہ صرف اردو افسانے اور ناول کے ایک حساس فنکار تھے بلکہ وہ ادب کو انسانیت کی صدائے احتجاج بنانے والے صاحبِ شعور مصنف بھی تھے۔ ان کا فکشن آج بھی اردو ادب کے اجتماعی ضمیر کو جھنجھوڑنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

شموئل احمد: دلت طبقہ کے نمائندہ ناول نگار

ذات پات کے جبر، سماجی ناہمواری اور انسانیت سوز امتیازات پر اردو ادب میں جو تخلیقی بیانیہ تشکیل پایا، اس میں شموئل احمد کا نام خاص اہمیت کا حامل ہے۔ دلت بیانیہ نے جس شدت، فکری گہرائی اور جمالیاتی سچائی کے ساتھ اپنے اظہار کو ممکن بنایا، وہ اردو فکشن کے لیے ایک نئی راہ کا تعین کرتا ہے۔ اردو دلت ادب میں شموئل احمد ایک جری، حساس اور غیر معمولی فنکار کے طور پر سامنے آئے۔ ان کے ہاں دلت محض ایک مظلوم کردار نہیں بلکہ ایک باشعور، باوقار اور شناخت کی جدوجہد کرتا ہوا انسان ہے۔ شموئل احمد کا فکشن دلتوں کے لیے محض ہمدردی یا جذباتی وابستگی کا اظہار نہیں، بلکہ ان کی زندگی کے ان پہلوؤں کو فن کی سطح پر پیش کرنے کی کوشش ہے جنھیں اردو ادب نے طویل عرصے تک نظر انداز کیا۔ وہ اُن دکھوں، ذلتوں اور محرومیوں کو کہانی کا حصہ بناتے ہیں جو دلت طبقہ روزانہ کی بنیاد پر جھیلتا ہے۔ ان کا کردار فقط ایک مجبور یا پسی ہوئی مخلوق نہیں ہوتا بلکہ ایک ایسا انسان ہوتا ہے جو سوچتا ہے، سوال کرتا ہے، اور اپنے وجود کی شناخت کے لیے برسرِ پیکار ہے۔

ان کے ناول "چمراسر" کو اردو فکشن میں دلت زندگی کے تناظر میں لکھی گئی ایک بڑی تخلیق قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ناول دلت طبقے کے صدیوں پر محیط استحصال، نسلی تفریق، اور سماجی بائیکاٹ کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ عنوان بذاتِ خود ایک علامتی مزاحمت ہے: "چمار" یعنی دلت ذات اور "اسُر" یعنی دیوتا۔ گویا وہ طبقہ جو ہمیشہ ذلت کی علامت رہا، اب اپنے مقامِ الوہیت کو واپس لینے کے لیے

اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ "چمراسر" ایک ایسے کردار کی کہانی ہے جو ذات پات کے نظام میں پیدا ہوتا ہے، ذلت سہتا ہے، مگر بالآخر اپنے وقار اور شناخت کے لیے بغاوت کرتا ہے۔ وہ تعلیم حاصل کرتا ہے، سوچتا ہے، اور جبر سے سوال کرتا ہے۔ مذہب، رسوم، روایات اور قانون سب اس کے خلاف ہوتے ہیں، لیکن وہ ان سب سے ٹکرا کر اپنی نئی شناخت تراشتا ہے۔

ناول میں دلت زندگی کے متنوع اور تلخ پہلو نہایت حقیقت پسندانہ انداز میں پیش کیے گئے ہیں: جیسے چمڑے کا کاروبار، مردہ جانور اٹھانے جیسے پیشے، گندگی کی صفائی، مندر میں داخلے کی ممانعت، کنویں سے پانی بھرنے پر پابندی، اسکول میں بچوں کو الگ بٹھایا جانا، اور سماج کی طرف سے مسلسل نفرت، بیزاری اور تحقیر کا سامنا۔ ان سب عناصر کو شموئل احمد نے نہایت مؤثر فنی اسلوب میں پیش کیا ہے، جس سے قاری صرف متاثر نہیں ہوتا بلکہ جھنجھوڑا جاتا ہے۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ شموئل احمد خود دلت پس منظر سے تعلق نہیں رکھتے تھے، لیکن اُن کا قلم دلتوں کی نمائندہ آواز بن گیا۔ ان کے ہاں یہ آواز جذباتی نعرہ نہیں بلکہ فکری بیداری، تاریخی شعور، اور سماجی مزاحمت سے عبارت ہے۔ ان کا اسلوب سادہ ہونے کے باوجود اثر انگیز ہے، اور ان کے کردار معاشرتی جبر کے خلاف صرف احتجاج نہیں کرتے بلکہ اپنی موجودگی کو منوانے کا حوصلہ بھی رکھتے ہیں۔

ناقدین نے اس بات کا برملا اعتراف کیا ہے کہ شموئل احمد نے اردو افسانے اور ناول میں دلت شعور کو نمایاں مقام عطا کیا ہے۔ ان کے یہاں جو تلخی، شدت اور چیخ ہے، وہ جذباتیت نہیں بلکہ وہ صدیوں کی وہ تحقیر ہے جو دلتوں کے وجود میں سرایت کر چکی ہے۔ ان کی تحریروں میں جنسیت، محرومی، احتجاج اور بغاوت سب کچھ حقیقت کی زمین پر کھڑے ہو کر دکھایا گیا ہے، اور یہی ان کی تخلیقی انفرادیت ہے۔ ناول "چمراسر" نہ صرف ایک ادبی متن ہے بلکہ ایک سماجی دستاویز بھی ہے، جو دلت زندگی کی تہوں کو کھولتا ہے۔ اس میں عورتوں کی حالت زار، ان پر ہونے والا استحصال اور ان کی بے بسی کو بھی بھرپور جگہ دی گئی ہے۔ ناول کا مرکزی کردار محض ایک شخص نہیں، بلکہ ایک علامت ہے۔ ایک ایسا وجود جو اپنی شناخت کے لیے مسلسل برسرِ جدوجہد ہے۔

شموئل احمد کا دلت بیانیہ احتجاج، حقیقت نگاری اور داخلی کرب کا حسین امتزاج ہے۔ ان کی تحریروں میں نہ نعرہ بازی ہے، نہ مصنوعی جذباتیت، بلکہ وہ فنی مہارت، فکری پختگی اور تہذیبی آگہی کے ساتھ دلت شعور کو اردو فکشن کا حصہ بناتے ہیں۔ ان کا کام اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ اردو ادب صرف اشرافیہ کی ترجمانی کا ذریعہ نہیں بلکہ پسماندہ طبقے کی آواز بھی بن سکتا ہے۔ اس تناظر میں شموئل احمد کو بجا طور پر اردو ادب میں دلت طبقے کا نمائندہ ناول نگار تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ ان کا فکشن ایک نئی فکری اور جمالیاتی سمت کی طرف اشارہ کرتا ہے، اور اس بات کی ضرورت پر زور دیتا ہے کہ اردو ادب کو اگر واقعی ایک سماجی اور انسان دوست ادب بنانا ہے، تو شموئل احمد جیسے قلمکاروں کی تحریروں کو سمجھنا، سراہنا اور نصاب کا حصہ بنانا ناگزیر ہے۔ شموئل احمد کا ناول چمراسر محض ایک تخیلاتی فکشن نہیں بلکہ وہ تاریخی، سماجی اور سیاسی حقیقتوں کی زندہ دستاویز ہے، جس میں دلتوں پر ہونے والے ظلم و استحصال کو براہ راست پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں ایک واقعے کا ذکر کیا گیا ہے، جو ۱۹۹۶ء میں پیش آیا، جہاں درجنوں بے گناہ دلتوں کو صرف اس لیے قتل کر دیا گیا تھا کہ انھوں نے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کی جسارت کی۔ اس واقعے کو شموئل احمد نے ناول میں نہایت جرأت، درد اور حقیقت نگاری کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

> "اصل میں لکشمی پور باتھے گاؤں میں سورنوں کی سینا نے دسمبر ۱۹۹۶ء میں ۵۹ دلتوں کو گولیوں سے بھون دیا تھا۔ دلتوں کو ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کی سزا دی گئی تھی جس میں سیاست دانوں اور اونچی ذات والوں کا ہاتھ تھا۔ اس وقت کی

حکومت نے امیر داس کمیشن بٹھایا۔ اس کمیشن سے عمارت کی سورن جاتی کو خطرہ تھا۔ عمارت کی سورن جاتی کو خطرہ تھا۔ عمارت کی مانگ تھی کہ کمیشن بھنگ کیا جائے۔ اس مکھ منتری نے پہلے دور کی اپنی حکومت میں کمیشن کو بھنگ کر دیا (۷)۔

یہ اقتباس صرف ایک واقعے کی روداد نہیں بلکہ اس سماجی نظام کی بے نقاب تصویر ہے، جو انصاف کی بجائے ظلم کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے، اور جہاں تحقیقاتی کمیشن بھی اقتدار کی سازشوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ شموئل احمد نے اس واقعے کو شامل کر کے چمراسر کو نہ صرف دلت درد کا بیانیہ بنایا بلکہ سیاسی منافقت، نسلی برتری اور ادارہ جاتی تعصب کو بھی بے نقاب کیا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کا ناول صرف ایک تخلیق نہیں بلکہ مزاحمت، حقیقت اور شناخت کی جنگ کا ادبی ہتھیار ہے۔ شموئل احمد کا بیانیہ محض واقعات نگاری نہیں، بلکہ اس میں شناخت، جبر اور وجود کی چیخ سنائی دیتی ہے۔ "چمراسر" میں دلت زندگی کے وہ پہلو ابھرتے ہیں جو جسمانی تکلیف سے کہیں زیادہ ذہنی و نفسیاتی پامالی کا شکار ہیں۔ ایک دلت فرد صرف طبقاتی نہیں، بلکہ تہذیبی اور مذہبی شناخت کی دوہری مار سہتا ہے۔ ذیل کا اقتباس ایسی ہی ایک اذیت ناک صورتِ حال کو پیش کرتا ہے، جہاں ایک انسان اپنے قتل سے پہلے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہے لیکن وہ یہ بھول جاتا ہے کہ وہ دلت ہے، اور یہی اس کا اصل جرم ہے:

"میں مسلمان نہیں ہوں بھیا۔۔۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔"

سر پر زور کی لاٹھی پڑی۔ "چپ سالا۔۔۔"

کچلنے کا عمل شروع ہو گیا۔ وہ چلاتا رہا۔۔۔ "میں مسلمان نہیں ہوں۔۔۔۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔ آخری بار وہ زور سے چلایا۔ "میں ہندو ہوں۔۔۔" اس طرح چلاتے ہوئے بھول گیا تھا کہ وہ دلت ہے اور براہما کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے۔ اسے گائے رکھنے کا اختیار نہیں ہے۔ وہ مری ہوئی گائے کی چمڑی ادھیڑ سکتا ہے لیکن دودھ نہیں دوہ سکتا۔۔۔" (۸)

یہ اقتباس دراصل شناخت کے المیے اور ذات پات کے جبر کی ایک خوفناک تمثیل ہے۔ اس منظر میں ایک دلت یہ سمجھتا ہے کہ شاید اسے مسلمان سمجھ کر مارا جا رہا ہے، اس لیے وہ بار بار چیخ کر اپنے ہندو ہونے کا اعلان کرتا ہے، لیکن وہ اس سچ کو بھول جاتا ہے کہ مارا جانا اس کی مذہبی شناخت کی بنیاد پر نہیں، بلکہ اس کے دلت ہونے کی بنیاد پر ہے۔ یہی وہ لمحہ ہے جہاں شموئل احمد نہایت گہری تہذیبی سچائی کو بے نقاب کرتے ہیں: کہ اس معاشرے میں دلت کی کوئی مذہبی شناخت، کوئی ذاتی دعویٰ، کوئی وضاحت، اسے اُس ذلت سے بچا نہیں سکتی جو اس کی ذات سے جڑی ہوئی ہے۔ وہ چیختا ہے کہ "میں ہندو ہوں"، لیکن اسے یاد دلایا جاتا ہے کہ وہ ہندو نہیں دلت ہے۔ وہ "گائے نہیں رکھ سکتا"، "دودھ نہیں دوہ سکتا"، "مندر میں نہیں جا سکتا" وہ صرف "چمڑی ادھیڑنے" اور "مردار اٹھانے" کے لیے ہے۔ یہ واقعہ یہ ثابت کرتا ہے کہ دلت ہونا محض ایک سماجی پوزیشن نہیں بلکہ ایک خوفناک سچ ہے، جو ہر صورت میں انسان پر مسلط رہتا ہے خواہ وہ مذہب بدل لے یا مقام۔ یہی وہ پہلو ہے جو شموئل احمد کو محض فکشن نگار نہیں بلکہ ضمیر کا تخلیقی ترجمان بناتا ہے۔

شموئل احمد نے اپنے ناول چمراسر میں دلتوں کی سماجی حیثیت، ان کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک، اور ذات پات کے متعصب نظام کے غیر انسانی اثرات کو محض بیان نہیں کیا بلکہ اس کی ذلت، بے بسی اور نفسیاتی اثرات کو محسوس کرایا ہے۔ ذیل کا اقتباس

اسی نوعیت کی ایک لرزہ خیز مثال ہے، جو نہ صرف بدھوا چمار کی ذاتی تذلیل کو ظاہر کرتا ہے بلکہ اسے دلت قوم کی اجتماعی تذلیل کی علامت بنا دیتا ہے:

> "ایک دلت کا بغیر دستک دیے سورن کے گھر میں داخل ہونا گناہ کبیرہ ہے۔ بدھوا چمار کسی کی کرسی پر نہیں بیٹھا تھا۔ وہ دروازہ کھٹکھٹائے بنا سرپنچ کے گھر میں داخل ہوا تھا جو ذات کا راجپوت تھا۔ سزا ملنی ہی تھی۔ گالیوں کی بوچھاڑ کے ساتھ راجپوت نے چمار کو کئی جوتے لگائے پھر حکم دیا کہ چاٹ زمین پر تھوک کر۔ سرپنچ کے بیٹے نے سارا منظر ویڈیو میں قید کر لیا اور سوشل میڈیا پر لانچ کر دیا۔ جس وقت بدھوا زمین پر گھٹنوں کے بل جھکا تھوک چاٹ رہا تھا چمرا سر پر کپکپی طاری تھی۔ وہ صاف دیکھ رہا تھا کہ بدھوا کا جسم کانپ رہا ہے۔ چہرے پر بے بسی ہے۔ آنکھوں میں ذلت کے آنسو لرز رہے ہیں۔ وہ ندامت کے گہرے احساس سے بھرا اٹھا۔ اس کو لگا پوری دلت قوم زمین پر گھٹنو کے بل جھکی تھوک چاٹ رہی ہے ۔۔۔"(۹)

یہ منظر صرف ایک فرد کی توہین نہیں بلکہ پورے دلت طبقے کی تہذیبی اور انسانی حیثیت پر حملہ ہے۔ "چمرا سر پر کپکپی طاری ہونا" صرف منظر بینی نہیں بلکہ ادبی ضمیر کی بیداری ہے۔ یہ وہ لمحہ ہے جب شموئل احمد بطور مصنف ایک فرد کی ذلت کو پوری قوم کا استعارہ بنا دیتے ہیں۔ بدھوا کی تھوک چاٹنے کی رسم جو بظاہر صرف سزا ہے دراصل تاریخ کے ہزاروں سالہ ذات پات کے نظام کی علامتی عکاسی بن جاتی ہے۔ یہی وہ نقطۂ عروج ہے جہاں شموئل احمد کی فنکاری اور دلت شعور ایک ساتھ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ وہ قاری کو صرف کہانی سناتے نہیں بلکہ اسے ایک اجتماعی احساسِ جرم اور ضمیر کی تڑپ میں شریک کر دیتے ہیں۔ یہی ان کی تحریر کو محض فکشن نہیں بلکہ ایک مزاحمتی و تہذیبی دستاویز بناتا ہے۔

شموئل احمد کا ناول چمرا سر محض فکشن نہیں بلکہ سماجی، سیاسی اور معاشی حقائق کی تلخ زمین پر اگنے والی وہ کہانی ہے جو صرف محسوس نہیں کی جاتی، بلکہ ثبوتوں اور اعداد و شمار کے ساتھ قاری کے شعور پر ضرب لگاتی ہے۔ یہ ناول دلت زندگی کی تفصیلات کو صرف جذبات کی سطح پر نہیں بلکہ زمینی حقائق، سروے رپورٹس اور دستاویزی شواہد کی بنیاد پر پیش کرتا ہے۔ زیرِ نظر اقتباس اس بات کا ثبوت ہے کہ شموئل احمد نے دلت زندگی کی محرومیوں کو محض بیانیہ انداز میں پیش نہیں کیا، بلکہ انہیں منوا سمرتی جیسے مذہبی قانونی ڈھانچوں کے تناظر میں تاریخی و سماجی تجزیے کے ساتھ جوڑا ہے۔ اس اقتباس میں درج سروے، دلتوں کی روزمرہ زندگی میں روا رکھے جانے والے مظالم کی عدادی تصویر پیش کرتا ہے:

> "چمرا سر نے آخیر میں ایک سروے پیش کیا کہ منوا سمرتی کی ہی دین ہے کہ ہندوستان میں ہر اٹھارہ منٹ پر ایک دلت ذلیل کیا جاتا ہے۔ ہر روز تین دلت عورتیں زنا بالجبر کا شکار ہوتی ہیں۔ دو دلت مارے جاتے ہیں۔ دو دلتوں کے گھر میں آگ لگا دی جاتی ہے۔ ۳۷ فی صد دلت غریبی ریکھا سے نیچے رہتے ہیں۔ ۵۴ فی صد غذا کی کمی سے جھوجھتے ہیں۔ ہر ایک ہزار دلت گھر میں ۸۳ بچے جنم لینے

کے بعد ایک سال کے اندر مر جاتے ہیں۔ ۴۵ فی صد بچے ان پڑھ رہ جاتے ہیں
۔ ۴۰ فی صد بچوں کو اسکول میں الگ قطار میں بیٹھ کر کھانا پڑتا ہے۔ ۴۸ فی صد
گاؤں میں پانی پینے کے لیے دلتوں کو الگ جگہ جانا پڑتا ہے۔"(۱۰)

یہ اقتباس ناول کے تلخ زمینی حقائق اور سماجی ادراک کو ظاہر کرتا ہے۔ شموئل احمد نے دلت طبقے کے خلاف روا سلوک کو صرف اخلاقی یا جذباتی سطح پر بیان نہیں کیا، بلکہ اسے ان تاریخی دھاروں اور سماجی ساختوں کے تناظر میں پیش کیا ہے جو اس استحصال کو قانونی جواز اور سماجی منظوری فراہم کرتے ہیں۔ منوا سمرتی جیسے متون کا حوالہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دلت ظلم کی جڑیں محض موجودہ حکومتوں یا طبقات تک محدود نہیں بلکہ تاریخی، مذہبی اور تہذیبی سطح پر پیوست ہیں۔ شموئل احمد کا یہ انداز اُن کے فکشن کو محض ادب نہیں بلکہ سماجی مزاحمت اور تحقیقی بیانیے کا متحرک ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ان کی تحریر دلت مظلومیت کو چیخ میں بدلتی ہے، اور ادب کو سماج کے خلاف گواہی میں۔ شموئل احمد کا ناول چمراسر دلتوں کے صرف دکھ، محرومی یا جسمانی استحصال کی کہانی نہیں بلکہ ان کی تاریخی غیر موجودگی، لسانی شناخت کے بحران اور سماج میں ان کی تہذیبی بے دخلی کا بھی بیانیہ ہے۔ وہ اس گہرے سچ کو آشکار کرتے ہیں کہ دلتوں کو نہ صرف موجودہ سماج میں حاشیے پر رکھا گیا بلکہ تاریخ، تحریکات، میڈیا اور قومی شعور میں بھی ان کی کوئی مرکزی حیثیت تسلیم نہیں کی گئی۔ زیرِ نظر اقتباس اسی فکر کا مظہر ہے:

"سورنوں نے دلتوں کو ہمیشہ حاشیے پر رکھا ہے۔ دلتوں کی کوئی جگہ تاریخ میں نہیں دی گئی۔ عظیم واقعات جیسے آزادی کی لڑائی یا کوئی بھی بڑی تحریک جو ہندوستان میں چلی اس میں دلتوں کا ذکر نہیں آتا ہے۔ میڈیا بھی ان کی ان دیکھی کرتا ہے۔ کمزور کو اس کا حق نہیں ملتا ہے۔ شدر کمزور نہیں ہے لیکن اسے کمزور بنا دیا گیا ہے۔ اسے دلت کہتے کیوں ہیں۔ یہ گھناؤنا لفظ ہے۔ کلنک ہے۔ دلت کا لفظ کمزور کا اشاریہ ہے۔ اس لفظ کو مٹا دو اپنے لیے ایسا لفظ رکھو جو تمھیں طاقت دے ۔"(۱۱)

یہ اقتباس اس لسانی اور نظریاتی بغاوت کی علامت ہے جس میں محض شکایت نہیں بلکہ ایک فکری مطالبہ موجود ہے: کہ دلتوں کو وہ لفظ کیوں دیا جائے جو انھیں مزید کمزور کرے؟ وہ شناخت کیوں اپنائی جائے جو صدیوں کے جبر کی یاد دلاتی ہے؟ شموئل احمد یہاں صرف مظلومیت کو بیان نہیں کرتے بلکہ اس مظلومیت کو مسترد کرنے کا شعور بھی دیتے ہیں۔ یہ فقرے اس بات کا ثبوت ہیں کہ ناول چمراسر میں دلت بیانیہ روایتی رحم طلبی سے ہٹ کر شناخت کی بازیافت اور خود مختاری کی تلاش کا روپ اختیار کر لیتا ہے۔ وہ دلت کو مظلوم سے مزاحمت کار، محکوم سے متحرک، اور تماشائی سے نقیب بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

شموئل احمد نے چمراسر میں دلتوں کے خلاف روا رکھے جانے والے نسلی اور مذہبی استحصال کو نہایت بے باکی اور فکری صداقت کے ساتھ پیش کیا ہے۔ ان کے فکشن میں دلت صرف پچھڑا ہوا یا مظلوم نہیں بلکہ جان بوجھ کر محروم رکھا گیا ایک انسان ہے، جس پر صدیوں کی سماجی تحقیر کو نہ صرف جائز سمجھا گیا بلکہ اسے اس کا "مقدّر" بھی بنا دیا گیا۔ درج ذیل اقتباس میں دلت کی وہ "خدمت" بیان کی گئی ہے جو ذات کے نام پر اس پر جبری طور پر تھوپی گئی ہے:

"تم براھما کے پاؤں سے اس لیے سب کی خدمت کروگے۔ تم گائے نہیں رکھ سکتے لیکن تمھیں مری ہوئی گائے کی چمڑی چھیلنی ہے۔ جوتے گڑھنا ہے۔ میلا ڈھونا ہے۔ گندگی صاف کرنی ہے۔ یہ اونچی ذات والے نہیں کریں گے۔ ان کے دوسرے کام ہیں۔ تم دیکھ لو اپنی اوقات اس ویڈیو میں۔ ہم نے اسے وائرل کر دیا ۔یہ ساری دنیا دیکھ رہی ہے ۔ تم نے گوبر کھایا۔ موتر پیا۔ تم سالے۔۔۔ پنچ ۔۔۔!"(۱۲)

یہ صرف کردار کی توہین نہیں بلکہ پوری دلت برادری کی تذلیل کی منظر کشی ہے۔ اس اقتباس میں مذہبی اساطیر (براہما کے پاؤں سے پیدا ہونے والا) کو بنیاد بنا کر دلت کی اوقات، پیشہ، اور معاشرتی مقام کو متعین کیا جارہا ہے۔ خدمت یہاں ایک اختیار یا اخلاقی فعل نہیں، بلکہ جبری سماجی قید ہے۔ ویڈیو کا وائرل ہونا، ایک اور تہذیبی المیہ کو نمایاں کرتا ہے کہ جدید ٹیکنالوجی اور میڈیا کے دور میں بھی دلت کی تذلیل تماشے کی شکل میں پیش کی جاتی ہے، اور ظلم کی جگہ مذاق اور رسوائی لے لیتی ہے۔ شموئل احمد نے اس منظر کو محض افسانہ نہیں بلکہ ایک سماجی بیانیہ بنایا ہے جو دل دہلا دیتا ہے، آنکھیں کھولتا ہے اور ضمیر کو جھنجھوڑتا ہے۔ چمراسر میں شموئل احمد نے دلت طبقے کی زندگی کو صرف روایتی استحصال یا ذات پات کے جبر کی سطح تک محدود نہیں رکھا، بلکہ انھوں نے اس مسئلے کے سیاسی استحصال اور نمائندگی کی کمی جیسے اہم پہلوؤں کو بھی بڑی شدت سے اٹھایا ہے۔ زیرِ نظر اقتباس اسی فکری زاویے کا مظہر ہے، جہاں دلت وجود کے ساتھ ہونے والی سیاسی منافقت کو بے نقاب کیا گیا ہے:

"دلت کی سیاست سبھی کرتے ہیں لیکن دلت کا رہنما کوئی نہیں ہے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ ذات پات ختم ہو۔"(۱۳)

یہ سطریں محض شکایت یا بیانیہ نہیں، بلکہ سیاسی اور سماجی نظام پر ایک واضح الزام ہیں۔ یہاں شموئل احمد یہ بتاتے ہیں کہ دلت، جو صدیوں سے ناانصافی، بے توجہی اور محرومی کا شکار ہیں، اب بھی صرف ایک "موضوع" کے طور پر استعمال ہوتا ہے، "مرکز" کے طور پر نہیں۔ اس کے دکھ، درد اور شناخت کو سیاسی نعروں میں جگہ تو ملتی ہے، لیکن اس کی رہنمائی، قیادت، اور حقیقی آزادی کی کسی کو فکر نہیں۔ شموئل احمد اس اقتباس کے ذریعے یہ بات واضح کرتے ہیں کہ دلت سیاست کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ وہ اپنے نام سے زندہ ہے مگر اپنے نمائندے کے بغیر۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ ذات پات کا نظام محض سماجی ڈھانچہ نہیں، بلکہ سیاسی مفادات کی پناہ گاہ بن چکا ہے، جسے کوئی بھی ختم کرنا نہیں چاہتا۔

شموئل احمد کا ناول "چمراسر" اردو فکشن میں ایک انقلابی متن کے طور پر سامنے آتا ہے، جو دلت طبقے کے استحصال، حاشیہ برداری، محرومی اور شناخت کے بحران کو نہایت شدت، صداقت اور فنی سچائی کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اگرچہ وہ خود دلت طبقے سے تعلق نہیں رکھتے تھے، لیکن ان کا ادبی شعور، انسان دوست وژن، اور سماجی بے انصافی کے خلاف احتجاجی قوت انھیں دلت فکشن کا ایک معتبر اور فکری نمائندہ بنا دیتی ہے۔ "چمراسر" نہ صرف اردو ناول کی جمالیاتی روایت میں ایک نمایاں اضافہ ہے، بلکہ دلت ادب کی فکری اساس اور تحریکی شناخت کو بھی ایک نئی وسعت عطا کرتا ہے۔ شموئل احمد کا دلت بیانیہ اردو فکشن میں مظلوم سے مزاحم، محکوم سے متحرک اور خاموشی سے سوال کی طرف سفر کی علامت ہے۔ انھوں نے ادب کو محض تفریح یا جمالیاتی تجربہ نہیں، بلکہ سماجی شعور،

تاریخی انصاف اور انسانیت کے احترام کی جدوجہد بنا دیا ہے۔ وہ ایک ایسے لکھاری ہیں جنھوں نے قلم کو ضمیر کا آئینہ بنایا، اور ادب کو سماج کی گواہی۔ اس اعتبار سے شموئل احمد کو بجا طور پر اردو ادب میں دلت طبقے کے نمائندہ ناول نگار کے طور پر تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-dalit?lang=ur

۲۔ https://udb.gov.pk/result_details.php?word=85478

۳۔ نزہت پروین، ڈاکٹر، اردو افسانے میں دلت مسائل، نیو دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۲۰ء ص:۱۰

۴۔ اعظم انصاری، ڈاکٹر، دلت سماج کا کچوٹ اور پریم چند کے افسانے، مشمولہ، دلت ادب: نظریہ و رجحان، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵ء، ص:۱۲۴

۵۔ ایضاً، ص:۱۲۵

۶۔ فضل امام، پروفیسر، اردو میں دلت سماج، مشمولہ، دلت ادب: نظریہ و رجحان، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۵ء، ص۹۸-۹۷

۷۔ شموئل احمد، چمراسُر، لاہور: رائٹرز فاؤنڈیشن، ۲۰۲۲ء، ص:۶

۸۔ ایضاً، ص:۴۹

۹۔ ایضاً، ص:۳۲

۱۰۔ ایضاً، ص:۲۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۲۰-۲۱

۱۲۔ ایضاً، ص:۱۸

۱۳۔ ایضاً، ص:۱۳

References in Roman Script:

1. https://www.rekhtadictionary.com/meaning-of-dalit?lang=ur
2. https://udb.gov.pk/result_details.php?word=85478
3. Nuzhat Parveen, Doctor, Urdu Afsane Mein Dalit Masail, New Delhi, Educational Publishing House, 2020, P: 10
4. Azam Ansari, Doctor, Dalit Samaaj ka Kachot aur Prem Chand ke Afsane, mashmoola: Dalit Adab: Nazriya o Rujhan, Delhi, Educational Publishing House, 2015, P: 124
5. Ibid., P: 125
6. Fazl Imam, Professor, Urdu Mein Dalit Samaaj, mashmoola: Dalit Adab: Nazriya o Rujhan, Delhi: Educational Publishing House, 2015, P: 97–98
7. Shmoel Ahmad, Chamrasur, Lahore: Writers Foundation, 2022, P: 6
8. Ibid., P: 49
9. Ibid., P: 32
10. Ibid., P: 26
11. Ibid., P: 20–21
12. Ibid., P: 18
13. Ibid., P: 13